Regd. No. L 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

فی پرچہ ۱ آنہ

یوم:۔ سہ شنبہ ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۳۷۴ھ

جلد ۴۴/۹ | ۱۱ صلح ۱۳۳۴ ہش ★ ۱۱ جنوری سنہ ۱۹۵۵ء | نمبر ۹

حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے

انا للہ وانا الیہ راجعون

ربوہ ۱۰ جنوری۔ آج یہاں سوا تین بجے سہ پہر کے قریب حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیم اور ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز آپ کی بڑی صاحبزادی ہیں ——— نماز جنازہ کل مورخہ ۱۱ جنوری کو ساڑھے نو بجے صبح ادا کی جائیگی۔ ادارہ الفضل آپ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سیدہ ام وسیم احمد صاحبہ سیٹھ صاحب مرحوم کے دوسرے داماد مکرم شیخ بشیر احمد صاحب اور دیگر لواحقین کی خدمت میں دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اور آپ کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

حضور ایدہ اللہ کی صحت

ربوہ ۱۰ جنوری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج کی اطلاع مظہر ہے کہ سر درد اور نزلہ کی شکایت کے علاوہ گلے میں بھی تکلیف ہے۔ احباب حضور ایدہ اللہ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کی مبارک تقریب میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایمان افروز تقریر

خدام الاحمدیہ کی مجالس کے سالانہ معائنہ کے نتائج کا اعلان

اکناف عالم سے تہنیت اور دعاؤں کے برقیے

فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء بمقام ربوہ

(تقریر نویس: مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

(۱)

۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء کو سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے "سیر روحانی" کے اہم موضوع پر اپنی تقریر شروع کرنے سے قبل احباب جماعت کو بعض ضروری امور کی طرف توجہ دلائی تھی، حضور کی اس تقریر کا مکمل متن افادۂ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

تشہد اور تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

کل کی تقریر

ایسی حالت میں ہوئی کہ جیسا کہ میں نے بتایا تھا علاوہ سینہ میں درد و نزلہ کی شکایت اور بخار کی شکایت کے کمر کی درد بھی تھی۔ جس کی وجہ سے بہت سے مضامین ذہن میں سے نکل گئے۔ اور جو اصل مضمون آخر میں تھا۔ جو کہ مقصود تھا تقریر کا وہ بھی بیان نہیں ہو سکا۔ تمہید میں سے بھی صرف تھوڑا سا حصہ مضمون کا بیان ہو سکا ہے۔ اس تکلیف کی وجہ سے کئی باتیں جن کے بیان کرنے کی کئی لوگوں نے خواہش کی تھی یا مختلف اداروں نے اپنے آپ کو متعارف کرانے کی خواہش کی تھی، وہ میرے ذہن سے نکل گئے۔ اسلئے ان باتوں کو میں آج بیان کرتا ہوں ——— ایک تو

خدام الاحمدیہ کا سالانہ فیصلہ

ہے کہ کونسی مجلس اچھی رہی۔ علاوہ خدام الاحمدیہ کی رپورٹوں کے مجلس خدام الاحمدیہ نے انسپکٹر بھجوا کر مختلف انجمنوں کے کام دیکھے اور اس پر ایک فیصلہ کیا۔ ان کی رائے یہ ہے کہ کراچی کو ۵۲ ۳/۴ / ۱۰۰ نمبر ملے ہیں اور لاہور کو ۵۱ ۱/۲ / ۱۰۰ اور راولپنڈی کو ۴۶ ۱/۲ / ۱۰۰ اور گوکھووال کو ۴۸ / ۱۰۰ اور خانیوال کو ۴۴ ۱/۲ / ۱۰۰ یہ گویا پانچ جماعتیں اس ترتیب کے ساتھ آئیں اول کراچی دوم لاہور سوم راولپنڈی چہارم گوکھووال اور پنجم خانیوال۔ قاعدہ کے رو سے جو جماعت اول رہے۔ اُسکو لوائے خدام الاحمدیہ اس سال کے لئے ملنا چاہیئے۔ مجلس کی سفارش ہے کہ لاہور کی جماعت نے چونکہ اس دفعہ غیر معمولی کام کیا ہے۔ اس لئے اس سال لاہور کی جماعت کو باوجود دوم رہنے کے لوائے دیا جائے اور کراچی کی جماعت چونکہ پہلے سے ہی اچھا کام کرتی چلی آرہی ہے۔ اسلئے اس کو نہ دیا جائے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لاہور کی جماعت خدام الاحمدیہ نے اس سال بہت عمدہ کام کیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نیم مردہ سی جماعت تھی۔ جس میں زندگی کی روح پھونکی گئی اور

اس خدمت کا سہرا

ان کے قائد محمد سعید اور ان کے چار پانچ مددگاروں پر ہے۔ جنہوں نے محنت کے ساتھ ان کا ساتھ دیا۔ اور اس مجلس کی تنظیم میں ان کا ہاتھ بٹایا۔ پچھلے سیلاب کے موقعہ پر انہوں نے غیر معمولی طور پر کام کیا۔ اور پھر غیر معمولی طور پر اسکو دنیا کے سامنے روشناس بھی کرایا۔ پس اس لحاظ سے وہ خاص طور پر تعریف کے قابل ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم اگر نمبر بدل ڈالنے کی رسم ڈال دیں گے۔ تو اس سے بجائے حوصلہ بڑھنے کے اعتراض پیدا ہوگا۔ ہمیں اُن کے اچھے کام کی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر: روشن دین تنویر

مختلف مواقع پر تعریف کر دینی چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی ہم کو یہ امر بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جو اول نمبر پر ہے اس کو اول نمبر ہی دیا جائے۔ تاکہ آئندہ دوسرے کسی موقعہ پر کسی کی جنبہ داری یا کسی کی ناجائز تائید کا سامان پیدا نہ ہو۔ پس میں باوجود مجلس کی سفارش کے

یہ فیصلہ کرتا ہوں

کہ لوا حسب قاعدہ جماعت کراچی کو دیا جائے لیکن ساتھ اس کے میں لاہور کی جماعت کی تعریف بھی تمام دوستوں کے سامنے کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ ہر جماعت ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں

مومنوں کی شناخت

بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ تسابق اختیار کرتے ہیں۔ اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش یقیناً ہر قوم کے معیار کو اتنا بلند لے جاتی ہے کہ اس کا انسان قیاس بھی نہیں کر سکتا۔ جب کبھی نیکی دنیا سے مفقود ہو جائے۔ یا جب کبھی نیکی میں آگے بڑھنے کی روح مفقود ہو جائے۔ اس وقت قوم یا مرنا شروع ہو جاتی ہے یا گرنا شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن جب تک تسابق کی روح کسی قوم میں قائم ہو اس وقت تک خواہ وہ کتنی بھی ذلت میں پہنچی ہوئی ہو۔ اور کتنی بھی گری ہوئی ہو۔ پھر بھی چمک دکھلاتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کے لئے موقعہ ہوتا ہے کہ پھر آگے بڑھے

ہمارے قریب کے بزرگوں میں سے ایسے زمانہ میں جب مسلمانوں پر ایک قسم کے تنزل کی حالت آگئی تھی ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ تسابق کی وجہ سے ان لوگوں کے واقعات کو سنکر انسان کے دل میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے

سید اسمٰعیل صاحب شہید

جو تیرھویں صدی میں گذرے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے وہ نواسے تھے۔ اور سید احمد صاحب بریلوی کے مرید تھے۔ سید احمد صاحب بریلوی سکھوں سے جہاد کرنے کے لئے پشاور کی طرف گئے ہوئے تھے۔ یہ کسی کام کے لئے دلی آئے ہوئے تھے تاکہ اپنے اقرباء سے مشورہ کریں۔ زیادہ تو ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ شاہ اسحٰق صاحب جو شاہ ولی اللہ صاحب کے پوتے تھے۔ ان سے مشورہ کر کے سید صاحب تک ان کی رائے پہنچا دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ دہلی سے واپس جا رہے تھے جب کیمبل پور کے مقام پر پہنچے۔ تو کسی نے ذکر کیا کہ اس دریا کو یہاں سے کوئی شخص تیر کر نہیں گزر سکتا۔ اس زمانہ میں صرف فلاں سکھ ہے جو گزر سکتا ہے۔ مسلمانوں میں سے کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا نہیں۔ وہ جا رہے تھے جہاد کے لئے۔ جا رہے تھے اپنے پیر کی مدد کے لئے۔ وہیں ٹھہر گئے کہ اچھا ایک سکھ ایسا کام کرتا ہے کہ کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ اب جب تک میں اس دریا کو پار نہیں کر لوں گا۔ میں یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ چنانچہ وہاں

تیرنے کی مشق

شروع کی۔ چار پانچ مہینہ میں اتنے مشاق ہو گئے کہ تیر کر پار گزر گئے۔ اور بار گزر کر بتا دیا کہ سکھ ہی نہیں ہیں اچھے کام کرنے والے مسلمان بھی جب چاہیں ان سے بہتر کام کر سکتے ہیں۔ تو دیکھو یہ ایک تسابق کی روح تھی۔ اور اسی تسابق کی روح کو جب بھی ہم اپنے سامنے لاتے ہیں تو ہماری روحوں میں ایک بالیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے دلوں میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے دماغوں میں عزم پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ ہم اب مخالف یا مدمقابل یا رقیب سے کسی صورت میں دبیں گے نہیں۔ پس خدام کی جماعتوں کو چاہیئے کہ وہ کوشش کریں کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہمیں

مدنظر رکھنا چاہیئے

کہ جو ہم نے قانون بنایا ہے۔ اس کو کسی چھوٹی سی وجہ سے نہ توڑیں۔ انہوں نے اچھا کام کیا ہے۔ ہم نے اس کو کئی جگہ بیان کیا ہے اور تعریف کر دی ہے۔ میرے کئی خطبوں میں ذکر آگیا۔ جو اب بھی ان کی تعریف کر رہا ہوں خدام کے جلسہ میں بھی ان کی تعریف کی۔ اتنی تعریفوں کے بعد انہیں یہ کوئی حق نہیں پہنچا کہ ہم کراچی کا لوا ان کے حوالے کر دیں۔ جہاں انہوں نے اتنا قدم بڑھایا ہے کہ ایک سست جماعت سے ایک زندہ جماعت بنے ہیں۔ وہاں اگر وہ کوشش کریں۔ اور کراچی کے نوجوانوں والی خدمات پیش کریں تو لوا بھی لے سکتے ہیں۔ میں کراچی کے خدام کی ساری باتیں بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن درحقیقت انہوں نے جو قربانی کی ہے۔ ابھی تک لاہور کی قربانی اس کو پہونچتی نہیں۔ تو اگر وہ کوشش کریں۔ تو مجلس کی کراچی والوں سے کوئی رشتہ داری نہیں ہے لاہور والوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ وہ یقیناً لاہور ہو۔ یا گوجرانوالہ ہو یا سیالکوٹ ہو جو جماعت بھی آگے نکلے گی۔ وہ اس کو لوا دیں گے

اس کے بعد میں

دوستوں کی تاریں

سنا دیتا ہوں جو کہ باہر سے آئی ہیں۔ جماعت کو سلام کرنے اور جلسے والوں سے دعا کی خواہش کرنے کے لئے

سید شاہ محمد صاحب سورابایا انڈونیشیا سے تار دیتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو ہمارا اسلام کہہ دیا جائے اور ہماری کامیابی کے لئے دعا کی جائے۔ انڈونیشیا میں اس وقت جب ہم یہاں جلسہ کرتے ہیں انڈونیشیا کی جماعتیں بھی ایک جگہ پر سالانہ جلسہ مقرر کر لیتی ہیں۔ اور ملک کے کسی حصہ میں وہ اپنا سالانہ جلسہ کرتی ہیں آج کل اور پرسوں ان کا بھی جلسہ ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

انڈونیشیا کی جو کنونشن ہو رہی ہے

اور کانفرنس ہو رہی ہے۔ اس کے لئے بھی دعا کی جائے۔ اس کے بعد آج تار ان کی پہنچ گئی ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ

Convention and Tabligh gathering ended successfully

ہماری کانفرنس اور تبلیغ کی مجلس جو تھی وہ کامیاب طور پر ختم ہو گئی ہے۔

Received messages from ministries parties and personalities

ہمیں اس وقت کامیابی کی تاریں اور پیغامات ملک کی وزارتوں کی طرف سے بھی آئے۔ قومی پارٹیوں کی طرف سے بھی آئے۔ اور بڑے بڑے مشہور انڈونیشین آدمیوں کی طرف سے بھی آئے۔ ہم سب مبلغین اور حاضرین کانفرنس اپنی جماعت کے تمام دوستوں کو سلام بھیجتے ہیں۔ اور ان سے دعا کی درخواست کرتے ہیں یہ فرق ہے ہمارے ملک اور انڈونیشیا میں وہ لوگ

قدر کو پہچانتے ہیں

پچھلے دنوں یہاں فساد ہوا تو انڈونیشیا کے ایک وزیر نے ہمارے ایک آدمی کو بلایا اور اسے کہا کہ ہمیں خبریں آ رہی ہیں کہ پاکستان میں آپ لوگوں کے خلاف کچھ ہو رہا ہے۔ اور ان خبروں کو پڑھ کر لازماً آپ کے دلوں میں بھی شبہ پیدا ہوتا ہوگا۔ کہ ہم بھی تو اسلامی ملک ہیں شائد ہم بھی وہی کچھ آپ کے ساتھ کریں گے تو میں نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ میں آپ کو یہ یقین دلا دوں کہ جب تک ہم زندہ ہیں اس وقت تک آپ لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں دے سکتا۔ ہماری جب آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو آپ لوگوں نے ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو کے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اور جس طرح ہمارے آدمی مارے گئے آپ کے بھی مارے گئے جس طرح ہمارے آدمی قید ہوئے۔ آپ کے بھی قید ہوئے۔ اس خدمت کے بعد ہماری زندگی میں تو کوئی آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے مرنے کے بعد لوگ ان قربانیوں کو بھول جائیں اور وہ نقصان پہنچائیں تو یہ بعد کی بات ہے ہمارے سامنے یہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ تسلی سے یہاں رہیں اور گھبرائیں نہیں صرف اسی پر بس نہیں کی۔ یہاں جماعت اسلامیہ نے تو سارا گند ہم پر ڈالا۔ وہاں وہ جماعت اسلامیہ ہے وہ

مسجومی پارٹی کہلاتی ہے

اور افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں ایک دوسرے کے حالات سے لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔ "الفضل" بھی اور "تسنیم" بھی اور "المصلح" بھی تینوں اخبار متفرق وقتوں میں یہ غلطی کر چکے ہیں۔ کہ مسجومی پارٹی کو کمیونسٹ پارٹی قرار دے چکے ہیں۔ حالانکہ وہ مسجومی اسلامی پارٹی تو ہے۔ لیکن وہ کمیونسٹ پارٹی نہیں ہے کمیونسٹ پارٹی کا نام ہے "دار الاسلام" وہ بھی اسلامی پارٹی کہلاتی ہے۔ مگر اس کا نام مسجومی پارٹی نہیں ہے۔ اس کا نام ہے "دار الاسلام پارٹی" وہ باغی بھی ہیں لڑائیاں بھی کرتے ہیں۔ حملے بھی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے گاؤں بھی جلا دیتے ہیں۔ ان کے آدمیوں کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔ لیکن مسجومی پارٹی تو

اسلامی تعلیم کی تائید میں

اور اسی کو قائم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن وہ کمیونسٹ نہیں ہے۔ بلکہ اسی رنگ میں ہے جیسا کہ یہاں بعض مذہبی پارٹیاں پاکستان میں اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتی ہیں۔ تو باوجود اس کے کہ وہ بھی اسلامی حکومت قائم کرنے کے دعویدار ہیں۔ ان کے سب سے بڑے لیڈر نے بڑا زوردار مضمون ہماری تائید میں اور ظفر اللہ خاں کی تائید میں لکھا اور کہا کہ یہ سخت ظلم ہو رہا ہے۔ یہ تو اسلام کے خادم ہیں۔ جن کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہم ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔ تو ان لوگوں کے اندر یہ مادہ پایا جاتا ہے۔ کہ وہ خوبی کو خوبی کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ اور بدی کو بدی کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔

ماریشس کے مبلغ بشیر الدین صاحب ابن عبید اللہ صاحب مرحوم کی بھی تار ہے۔ کہ حاضرین جلسہ کو سلام اور درخواستِ دعا

منیر الحصنی صاحب جو ہمارے دمشق میں ہمارے نمائندے ہیں۔ ان کی طرف سے بھی تار ہے۔ کہ شام کی جماعت دل سے جلسہ کی کامیابی کی دعا کرتی ہے۔ اور حضور اور حاضرین جلسہ کو سلام عرض کرتی ہے۔ اور دعا کی درخواست کرتی ہے۔

دمشق میں بھی جماعت اسلامی کی ہم نام جماعت "اخوان المسلمین" ہے۔ ان کی شورش کی وجہ سے وہاں کی جماعت پر بھی آجکل کچھ ابتلا کی صورت ہے۔ یعنی ان کی جو مجلس کی جگہ تھی اسی کو گورنمنٹ نے ضبط کرنے کا نوٹس دیا ہے۔ لیکن گورنمنٹ نہیں بلکہ وقف کے متولی نے ان کو جگہ پر قبضہ کرنے کا نوٹس دیا ہے۔

عبد المنان صاحب شاد ایک طالب علم ہیں انہوں نے بلیک برن (انگلینڈ) سے تار دی ہے کہ حاضرین جلسہ کو سلام اور مبارکباد اور درخواستِ دعا۔

ہمارے مبلغ عبداللطیف صاحب

ہیمبرگ جرمنی سے تار

دیتے ہیں۔ اور اس میں تمام دوستوں سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

میرا لڑکا رفیع احمد جو جاوا میں مبلغ مقرر کیا گیا ہے سورابایا میں کانفرنس میں شمولیت کے لئے گیا ہوا تھا وہاں سے وہ جلسہ میں شامل ہونے والے سب احمدیوں کی خدمت میں السلام علیکم بھجواتا ہے۔ اور درخواست دعا کرتا ہے۔

امیر جماعت احمدیہ و مبلغ سلسلہ کولمبو سیلون (لنکا) کہتا ہے سب کو السلام علیکم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے۔ اور مسجد احمدیہ کی تکمیل کے لئے دوستوں سے دعا بھی چاہتے ہیں۔ اور اس کے فنڈ کے اکٹھے ہونے کے لئے بھی دعا چاہتے ہیں۔ وہاں جماعت تھوڑی سی ہے اور وہ شہر بہت بڑا ہے جیسے کلکتہ ہے بمبئی ہے۔ اس لئے وہاں زمینیں مہنگی ملتی ہیں وہ کہتے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو کوئی ذریعہ ایسا عطا کرے۔ کہ ہم یہاں زمین خرید کر مسجد اور دارالتبلیغ بنا سکیں۔

جماعت احمدیہ جکارتا

پہلے میں نے سورابایا سے جو کانفرنس کی جگہ تھی سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ کی تار پڑھی تھی۔ اب یہ جماعت احمدیہ جکارتا جو حکومت کا ہیڈ کوارٹر ہے جیسے ہمارا کراچی ہے۔ وہاں کی جماعت احمدیہ کی طرف سے تار ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ پر بہت برکات نازل فرمائے اور ہمارے امام کو لمبی زندگی عطا فرمائے۔

امۃ الرشید صاحبہ بنت مرزا سلطانی بیگ صاحب (یمین Tam جگہ لکھی ہے افریقہ کا کوئی مقام ہے۔ میں اس جگہ کو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کو کامیاب کرے۔ سب حاضرین کو السلام علیکم پہنچا دیا جائے۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کماسی گولڈ کوسٹ (افریقہ) سے تار دیتے ہیں کہ جماعت کماسی کی طرف سے السلام علیکم جلسہ سالانہ کی مبارکباد اور درخواست دعا۔

ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب

جیسلٹن (بورنیو) سے تار

دیتے ہیں کہتے ہیں السلام علیکم اور درخواست دعا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایک نئی اور مضبوط جماعت ہماری پیدا کرے۔ جو کہ اسلام کی خدمت میں لگی رہے۔

ان کی اطلاع آئی ہے کہ وہاں ایک علاقہ میں احمدیت میں لوگ داخل ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اور کثرت سے لوگوں میں میلان معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ مجھے دیر سے فلپائن میں تبلیغ کا خیال تھا۔ اور اس کے لئے میں نے اپنے ایک داماد کو وہاں بھجوانے کے لئے تیار کیا تھا۔ لیکن وہاں کی حکومت سخت متعصب عیسائی ہے۔ اور وہ مبلغ کو آنے نہیں دیتی۔ انہوں نے یہ عذر کیا تھا کہ اگر کسی مبلغ نے آنا ہے۔ تب تو اجازت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن معلم آ سکتا ہے۔ اور اس کے لئے جماعت یہاں سے درخواست کرے۔ وہاں کے لوگوں میں چونکہ اس وقت جذبہ پیدا ہو رہا ہے کہ تعلیم اسلام سیکھیں۔ انہوں نے ہم کو لکھ کے بھجوا دیا تھا۔ کہ ہمیں معلم کی ضرورت ہے یہ درخواست ساتھ لگا دو۔ اور پھر پاسپورٹ منگوا لو ابھی ہم وہ کوشش کر رہے تھے کہ کل پہلا احمدی خدا تعالیٰ نے وہاں بنا دیا ہے۔ کل ایک شخص کی درخواست بیعت فلپائن سے آگئی۔ اور آئی بھی اس سخت علاقہ میں سے ہے۔ جہاں کے مسلمانوں نے آج تک ہتھیار نہیں رکھے۔ اور وہ اب تک لڑ رہے ہیں۔

امیر صاحب جماعت احمدیہ کلکتہ

انڈیا سے تار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے۔ سب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب ابراہیم صاحب خلیل فری ٹاؤن افریقہ سے تار دیتے ہیں (یہ سیرالیون کا شہر ہے) جماعت کو جلسہ سالانہ مبارک اور درخواست دعا۔

منظور احمد صاحب کویت سے تار دیتے ہیں (یہ عرب کا علاقہ ہے) کہ جلسہ سالانہ میں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

سیٹھ عبداللہ بھائی سکندر آباد دکن

سے تار دیتے ہیں کہ جماعت کی خدمت میں دعا اور سلام۔ یہ آنے والے تھے بڑی مشکل سے پانچ سال کی کوششوں کے بعد گورنمنٹ نے ان کو پاسپورٹ دیا تھا۔ لیکن تئیس تاریخ کو ان کے بھائی کہ زیادہ تر تجارت وہی کرتے تھے اور جن کے کام پر خاندان کا زیادہ تر گزارہ تھا فوت ہو گئے۔ جس کی وجہ سے ان کا آنا یہاں ملتوی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی وفات کو خاندان کے لئے مالی مشکلات کا موجب نہ بنائے بلکہ آگے سے زیادہ برکات نازل فرمائے۔

احمد صبری ہدیدو جوگجاکارتا احمد سریدو ایک انڈونیشین ہے۔ یہ بدھ مذہب کا تھا۔ بدھ مذہب سے اسلام لایا۔ اور پھر قادیان میں اس نے تعلیم پائی۔ نہایت مخلص نوجوان ہے وصیت اس نے کی ہوئی ہے۔ نہایت باقاعدہ طور پر اپنا وصیت کا چندہ ادا کرتا ہے۔ اور بڑا اچھا مبلغ ہے وہ لکھتا ہے اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کو کامیاب کرے میرے اہل و عیال کی کامیابی اور ترقی کیلئے بھی دعا کی جائے۔ بچوں کی تربیت کے متعلق میں زور دیتا رہتا ہوں۔ اس شخص کو حالانکہ یہ انڈونیشین ہے۔ اور ہم سے دور ہے۔ اتنا خیال ہے کہ خط بھیجتا ہے تو کوئی پندرہ پندرہ خط نکل آتے ہیں۔ کوئی گیارہ بارہ بچے ہیں ان کے ہر ایک کی طرف سے ایک خط لکھا ہوا ہوتا ہے۔ تاکہ ان کا تعلق قائم رہے۔

عبدالغفور صاحب کویت (یہ بھی عرب کا ملک ہے) جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھا جائے۔

ملک عزیز احمد صاحب جو مبلغ ہیں اور پنجاب ہی کے رہنے والے ہیں۔ سورابایا انڈونیشیا سے تار دیتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ سورابایا حضور کو اور حاضرین جلسہ کو السلام علیکم کہتی ہے۔ اور درخواست دعا کرتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انڈونیشین احمدیہ کی کونشن کو کامیاب کرے۔

مولوی عبدالکریم صاحب فری ٹاؤن افریقہ۔

سید عبدالرحمن صاحب

کلیولینڈ یونائیٹڈ سٹیٹس امریکہ

کہتے ہیں۔ کہ سب افراد خانہ کی طرف سے السلام علیکم ان مبارک ایام میں ہم لوگوں کے لئے بھی درخواست دعا ہے۔

یہ ان نوجوانوں میں سے ہیں جو کہ بیس پچیس سال ہوئے میری اس آواز پر کہ نوجوانوں کو غیر ملکوں میں نکل جانا چاہیئے باہر چلے گئے تھے۔ اب تم اتنے پر کم اثر پڑتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ روح دل میں زیادہ تھی۔ میں نے تحریک کی اور اسی وقت چار پانچ نوجوان باہر نکل گئے۔ اب وہ امریکہ کا باشندہ بنا ہوا ہے۔ اب کوئی احمدیت کو وہاں سے نکال ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ وہاں کا باشندہ ہے۔ اگر پاکستان کے مولوی غالب ہو جائیں۔ تو اس کو بلا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ امریکہ کا باشندہ ہے۔ اگر امریکہ کے لوگ ہمارے مخالف ہو جائیں۔ تو وہ اسکو نکال نہیں سکتے کیونکہ وہ امریکہ کا باشندہ ہے۔ تو احمدیت اس کے ذریعہ سے گویا امریکہ میں قائم ہو گئی ہے۔

عبدالرحمن صاحب لنڈن جو جماعت کی طرف سے تجارت کے انچارج ہیں۔ وہ بھی السلام علیکم اور درخواست دعا کرتے ہیں۔

باجوہ صاحب جو ہمارے وہاں مبلغ ہیں۔ ان کی طرف سے بھی تار آئی ہے۔ تمام دوستوں سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ انگلینڈ کی ترقی کے لئے درخواست دعا کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ رنگون

کا تار ہے۔ کہ تمام احمدی بھائیوں کو السلام علیکم اور دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

خلیل احمد صاحب ناصر رئیس المبلغین امریکہ واشنگٹن سے تار دیتے ہیں۔ کہ تمام حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ اس درخواست میں امریکہ کے تمام مشن شامل ہیں۔

نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ علاقہ نائیجیریا سے تار دیتے ہیں۔ کہ جلسہ کی مبارکباد عرض ہے۔ اور حاضرین سے درخواست دعا ہے۔

قریشی محمد افضل صاحب رئیس التبلیغ گولڈ کوسٹ سالٹ پانڈ (افریقہ) تار دیتے ہیں کہ تمام مبلغین اور جماعت دعا کی درخواست کرتی ہے۔ اور اپنی وفاداری کا یقین دلاتی ہے۔ اور جلسہ کی کامیابی اور حضور کی صحت کے لئے دعا کرتی ہے

چوہدری غلام یٰسین صاحب اور مولوی نور الحق صاحب دونوں مبلغ نیویارک امریکہ میں ہیں۔ وہ تمام دوستوں کو اور مجھ کو السلام علیکم بھجواتے ہیں۔ اور میری صحت اور اسلام کی ترقی کے لئے دعا کرتے ہیں۔

پروفیسر عبدالسلام صاحب کیمبرج

یہ اس وقت کیمبرج یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ سارے پاکستان میں تعلیمی طور پر ان کو سب سے بڑا اعزاز حاصل ہے۔ پاکستان سے مانگ کر کیمبرج یونیورسٹی نے ان کو لیا ہے۔ ان کو یونیورسٹی میں مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے تین سال کے لئے ان کو مانگا ہے۔ اور وہاں لگایا ہوا ہے۔ وہ حاضرین جلسہ کو اور مجھے سلام بھی بھجواتے ہیں۔ اور درخواست دعا کرتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں مجھے یاد آیا۔ کل ایک لڑکا ملا۔ میرے لئے بالکل نیا علم تھا۔ لاہور کی جماعت ملی تو ایک لڑکے کو انہوں نے پیش کیا۔ اور کہا کہ اس نے میٹرک پاس کیا ہے۔ اور اس کو پنجاب یونیورسٹی نے

اعزازی بی۔ ایس سی کی ڈگری

دی ہے اور اب یہ ملٹری کے میڈیکل کالج میں جو چھاؤنی میں نیا کھلا ہے۔ پڑھ رہا ہے۔ اور پھر شاید وہ اسکو اعلیٰ تعلیم دلوائیں۔ میں نے پوچھا کس طرح یہ اعزازی ڈگری ایک لڑکے کو کیونکر مل گئی۔ انہوں نے کہا۔ اس کا ذہن بڑا اچھا ہے۔ اس نے

نئی گیس

ایجاد کی تھی۔ اس سائنس کی نئی ایجاد کی وجہ سے اس کو اعزازی ڈگری دی گئی۔ عبدالسلام نے بھی اسی طرح ترقی کی۔ عبدالسلام یورپ میں جا کر فرسٹ ٹھہرا اور اتنے سال ہی اس نے امتحان دیا۔ کہ کبھی کسی ہندوستانی اور پاکستانی نے اتنے سال میں وہ امتحان پاس نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس سے زیادہ لمبے عرصے میں پاس کیا تھا۔ اور باوجود تھوڑے عرصہ میں امتحان دینے کے پھر یہ فرسٹ رہا۔ اور امریکہ میں اسی کو یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے کے لئے بلوایا گیا۔ احراری کہہ دیں گے کہ احمدی سفارشوں سے نوکر ہو جاتے ہیں احمدی احمدیوں کو نوکر کروا دیتے ہیں۔ یہ آپ فیل ہوتے ہیں۔

اور پھر نوکریوں کا الزام احمدیوں پر لگاتے ہیں اسی طرح یہ لڑکا ہے۔ اگر یہ اچھی ترقی کر گیا۔ تو جس نے انٹرنس میں گیس ایجاد کر لی ہے۔ یورپ اور امریکہ کے سائنسدانوں کا اس نے مقابلہ کر لیا تو اس کے اوپر پھر یہ شور مچانا کہ احمدیوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ کتنی حماقت کی بات ہو گی۔

شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ

(اس مشرقی افریقہ میں تین ملک شامل ہیں۔ (۱) کینیا (۲) ٹانگانیکا اور (۳) یوگنڈا یہ ان ساروں کے رئیس التبلیغ ہیں) وہ جماعت اور مبلغین کی طرف سے السلام علیکم مجھ کو اور حاضرین کو بھجواتے ہیں۔ اور درخواست دعا کرتے ہیں۔ امیر جماعت قادیان (انڈیا) یہ کوئی بے معنی سی تار معلوم ہوتی ہے وہ تو یہاں آئے ہی نہیں تھے۔ لکھتے ہیں بخیریت پہنچ گیا ہوں۔ اصل میں غالباً قافلہ جو یہاں سے گیا تھا۔ اس کی خبر ہے۔ کہ قافلہ خیریت سے پہنچ گیا ہے۔ جلسہ سالانہ ربوہ کی مبارکباد اور جلسہ سالانہ کی کامیابی کی دعا۔

میاں شریف احمد صاحب اوٹاوہ کینیڈا۔ یہ بھی امریکہ کا ایک ملک ہے۔ لکھتے ہیں کہ جلسہ سالانہ پر ہمارے لئے بھی دعا کی جائے۔

جماعت مسقط

(یہ عرب کا علاقہ ہے) تمام حاضرین جلسہ کی خدمت میں اسلام علیکم اور درخواست دعا جلال الدین صاحب سیلون۔ کولمبو۔ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے۔ حاضرین جلسہ کی خدمت میں سلام پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نگومبو۔ حاضرین جلسہ کو السلام علیکم۔ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے جلال الدین صاحب نگومبو۔ یہ دونوں سیلون کی تاریں ہیں۔ حاضرین کو السلام علیکم اور ہمارے لئے درخواست دعا۔

محمد احسن صاحب کولمبو۔ السلام علیکم۔ اللہ تعالیٰ حضور کو لمبی خوشحال زندگی بخشے اور جلسہ کو کامیاب کرے فضل الٰہی صاحب کولمبو۔ سب کو السلام علیکم اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے

نصیرہ بیگم ڈھاکہ۔ یہ دعا کی درخواست کرتی ہیں شیخ محمد حسین صاحب ڈھینگرہ۔ کراچی۔ افسوس ہے جلسہ پر حاضر نہ ہو سکا۔ دعا کی درخواست ہے جلیل عشرت صاحب ڈھاکہ۔ السلام علیکم اور درخواست دعا۔

عبد الباقی صاحب میرپور خاص۔ فیکٹری کے کارکنان کی طرف سے اور خاکسار کی طرف سے حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور درخواست دعا زینب حسن صاحبہ چٹاگانگ۔ چٹاگانگ کے کمشنر محمود الحسن صاحب کی بیوی ہیں۔ سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب کی بیٹی ہیں۔ چونکہ ان کے چچا فوت ہو گئے پاکستان آ رہی تھیں کہ ان کو سکندرآباد میں اپنے چچا کی وفات کی وجہ سے ٹھہرنا پڑا لکھتی ہیں۔ چچا جان احمد بھائی صاحب کی وفات کی وجہ سے (احمد بھائی ان کا نام تھا) جلسہ سالانہ پر آنا ملتوی ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر فرزند علی صاحب۔ پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب اور فیض اسلم صاحب قادیان (یہ قادیان کے قافلہ کے ساتھ گئے تھے۔ حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔

آمنہ بی بی صاحبہ پاکپٹن۔ ٹی بی سے بیمار ہوں حاضرین جلسہ سے دعا کی درخواست ہے۔

ملک محمد افضل صاحب گوجرانوالہ۔ میں بیمار ہوں درخواست دعا ہے۔

مقصود احمد صاحب۔ نبی سر روڈ۔ جلسہ کو سلام درخواست دعا۔ بیماری کی وجہ سے میں نہیں آسکا

امیر جماعت احمدیہ بدین (سندھ) ۔ درخواست دعا عبد الرحیم صاحب کراچی۔ بوجہ بیماری اور دیگر تکالیف کے جلسہ پر نہیں آسکا۔ غالباً یہ خدام کے قائد ہیں حفیظ الرحمٰن صاحب کراچی۔ صحت کے لئے درخواست دعا غلام حسین صاحب۔ ڈیرہ غازیخان۔ ایک مقدمہ ہے۔ اس میں کامیابی کے لئے دعا۔

حمید حسن صاحب دادو۔ اپنے لئے اور خاندان کے لئے درخواست دعا۔ (یہ سندھ کا شہر ہے)

محمد دین صاحب سیالکوٹ۔ یہ آزاد کشمیر میں ملازم ہیں۔ اصل سیالکوٹ کے ہیں۔ وہاں ان کی لڑکی وفات ہو گئی ہے۔ اسلئے نہیں آ سکے۔

ایشو افریقن کمپنی کراچی۔ تمام حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔ اللہ تعالیٰ جلسہ کو کامیاب کرے۔

جماعت احمدیہ شوپیاں۔ کشمیر (ہندوستان) جماعت احمدیہ آسنور کشمیر کی طرف سے جلسہ کی مبارکباد اور درخواست دعا۔

صوفی عبد الرحیم صاحب۔ حیدرآباد سندھ بہت سی مشکلات میں۔ درخواست دعا کرتا ہوں۔

عبد اللطیف صاحب ویلوے ہسپتال کراچی بیوی بیمار ہے۔ حضور اور جماعت سے درخواست دعا ہے محمد غوث صاحب۔ حیدرآباد سندھ۔ السلام علیکم اور درخواست دعا۔

فضل کریم صاحب بورے والا۔ ضلع ملتان۔ السلام علیکم اور درخواست دعا۔

محمد بشیر صاحب انسپکٹر کوہاٹ۔ حاضرین جلسہ کو السلام علیکم۔ بعض حالات کی وجہ سے میں نہیں آسکا۔

عبد اللطیف صاحب سوہاوہ۔ مشکلات میں پھنسا ہوا ہوں۔ دعا کی جائے۔

ملک بشیر احمد صاحب۔ جھڈو (حیدرآباد سندھ) مشکلات میں پھنسا ہوا ہوں دعا کی جائے۔

عبد الحمید صاحب دونالہ۔ سب حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور مالی مشکلات کے باعث جلسہ پر نہیں آسکا۔

مرزا عبد الرحمٰن صاحب کراچی۔ بعض مشکلات کی وجہ سے جلسہ پر نہیں آسکا۔

معراج دین صاحب کراچی اپنے اور بچوں کے لئے دعا

مرزا عبد المنان صاحب کراچی۔ دعا کی درخواست عزیزہ بیگم حیدرآباد۔ وہ اپنے خاوند کے لئے دعا کی درخواست کرتی ہیں۔

عارف والا سے محمد دین صاحب چک ۲۷۳ تار دیتے ہیں کہ ان کی بیوی فوت ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ جلسہ پر نہیں آ سکے۔ دعا کی جائے۔

عبد الرحیم صاحب دادو سے تار دیتے ہیں کہ تمام دوستوں سے میری طرف سے درخواست دعا کی جائے

میر امان اللہ صاحب کراچی سے تار دیتے ہیں کہ السلام علیکم۔ سارے حاضرین مجلس کو اور پھر ساتھ اس کے سب سے دعا اور برکات کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور میں التجائی درخواست کرتا ہوں۔

جمیل احمد صاحب رشید لاہور یہ تار دیتے ہیں کہ تمام بھائیوں کو میری طرف سے سلام اور صحت اور تجارت اور خاندان کے لئے دعا کی جائے۔

بیگم منصور لاہور سے تار دیتی ہیں کہ میرے خاوند کی کامیابی کے لئے جو ولایت میں پڑھ رہے ہیں دعا کی جائے اور ہماری ترقی کے لئے دعا کی جائے۔

عبد الغفور صاحب کوہاٹ سے دعا کے لئے لکھتے ہیں خیر محمد صاحب ڈیرہ غازیخان سے دعا کے لئے لکھتے ہیں۔

محمد احمد صاحب لاہور سے دعا کے لئے لکھتے ہیں (یہ ہماری ہمشیرہ کا لڑکا ہے) اس کی بیوی بیمار ہے (جو میاں بشیر احمد صاحب کی لڑکی ہے) اس کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

محمد شفیع صاحب اگزیکٹو انجینئر میرپور خاص۔ دعا کے لئے لکھتے ہیں۔

فقیر اللہ صاحب لاہور سے حاضرین کو جلسہ کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور درخواست دعا کرتے ہیں لیاقت احمد صاحب بیدوالا سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

عبد الحمید صاحب زیدہ۔ یہ رئیس ہیں زیدہ کے وہ بھی جلسہ کی مبارکباد اور دعا کے لئے کہتے ہیں قریشی محمد سعید صاحب بھلوال۔ حاضرین جلسہ کو السلام علیکم اور درخواست دعا۔

کے۔ او سعید علی صاحب کولمبو (سیلان) دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ (باقی)

نمائندگان مجلس مشاورت کی آگاہی کے لئے ضروری اعلان

جملہ نمائندگان جماعت ہائے احمدیہ کی خدمت میں التماس ہے کہ اپنی اپنی جماعت کے بقایا دار دوستوں کی فہرستیں مقامی سکرٹری صاحب مال سے حاصل کر کے ایسے بقایا دار دوستوں کو خود مل کر بقایا جات کی ادائیگی کے لئے انہیں توجہ دلائیں۔ اور کوشش فرمائیں کہ ایسے بقایا جات جلد از جلد دوستوں سے وصول ہو جائیں۔ دیگر عہدہ داران مال جماعت ہائے احمدیہ کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جماعت کے نمائندگان مجلس مشاورت کے ساتھ پورا تعاون فرمائیں۔ اور بقایا جات کی وصولی میں ان کی امداد فرمائیں۔ (ناظر بیت المال ربوہ)

لازمی چندوں کی باقاعدگی سے ادائیگی کے متعلق ضروری اعلان

جملہ امراء و پریذیڈنٹ و سکرٹریان مال جماعت ہائے احمدیہ کی خدمت میں التماس ہے کہ رفتار وصولی چندہ کو تیز کرنے کے لئے اپنی اپنی جماعت کے دوستوں سے ان کے واجب الادا بقایا جات کی وصولی کی پوری سعی فرمائیں۔

شہری جماعتوں کے عہدہ دار دوستوں کو چاہیئے کہ ہر ماہ کا چندہ بیس تاریخ تک مرکز میں بھجوا دیا کریں۔ زمیندار جماعتوں کے عہدہ دار دوستوں کی خدمت میں التماس ہے کہ فصل خریف کا چندہ ہر ایک احمدی سے پوری شرح سے وصول کر کے جلد ارسال فرمائیں۔ (ناظر بیت المال ربوہ)

نظارت بیت المال کی طرف سے ایک ضروری اعلان

زمیندار جماعتوں کی فصل خریف کی برداشت بہت حد تک ہو چکی ہے۔ اور فصل کماد کی برداشت اب ہو رہی ہے۔ اس لئے زمیندار جماعتوں کے عہدہ دار احباب کو چاہیئے کہ اپنے اپنے جماعت کے جملہ احباب سے ان کا واجب الادا بقایا چندہ لازمی (چندہ عام یا حصہ آمد) اور چندہ جلسہ سالانہ چندہ خاص سو فیصدی وصول کرنے کی پوری سعی فرما دیں۔

(ناظر بیت المال ربوہ)

فطرانہ عید فنڈ اور قربانی کی کھالوں کی رقوم

بعض جماعتوں نے تا حال مذکورہ بالا فنڈوں کی رقوم مرکز میں ارسال نہیں کیں۔ لہٰذا متعلقہ امراء پریذیڈنٹ اور سکرٹریان مال کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ ان کی رقوم کو جو ان کے پاس موجود ہوں جلد مرکزی خزانہ میں داخل فرمائیں۔ (ناظر بیت المال)

قرآن مجید میں قوموں کی موت و حیات کی ایک مثال

اور

اس کا تاریخی پس منظر

از مکرم شیخ عبد القادر صاحب لائلپور

(۳)

نبی امت کا قائم مقام ہوتا ہے

حضرت یرمیاہ نبی کو عالم بالا سے بنی اسرائیل کی بحالی کا نظارہ کرایا گیا تو فرمایا کہ اپنے کھانے اور پینے کی طرف نظر کر تر و تازہ میسر ہے۔ اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ صحف سماوی کے بعض محاورات میں نبی کو امت کے قائمقام کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یعنے جو ضمائر نبی کی طرف جاتی ہیں۔ ان سے مراد در اصل امت ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں آیا ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء (الطلاق) اس میں خطاب نبی سے ہے لیکن حکم عام امت کے لئے ہے۔ اسی طرح معراج کے واقعہ میں جبریل نے بتایا۔ کہ اگر آپ دودھ کی بجائے شراب لے لیتے تو تمام امت بدکار ہو جاتی۔ اسی طرح قرآن مجید ہے ووجدک ضالاً فھدیٰ۔ مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ معنے یہ ہیں کہ تیری قوم کو گمراہ پایا پس ہدایت دی (تفسیر کبیر) صحف سابقہ میں بھی اس قسم کی مثالیں موجود ہیں۔ یرمیاہ نبی کو عالم بالا سے نظارہ کروایا گیا کہ تیری قوم زندہ ہو چکی ہے اپنے کھانے پینے کو دیکھ لے کہ تر و تازہ میسر ہے۔ اپنے گدھے کی طرف دیکھ کہ اس نے یہود کو واپس لانے اور ان کو بحال کرنے میں اہم حصہ لیا ہے۔ یہاں اپنے سے مراد اپنی قوم ہے۔ چونکہ یہ گفتگو عالم مثال سے تعلق رکھتی ہے اور عالم مثال کی بعض چیزیں تاویل طلب ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ تشریح بالکل قرین قیاس اور صحف سماوی کے اسلوب بیان کے مطابق ہے۔

گدھے کا ذکر خصوصیت سے کیوں کیا گیا

یہاں یہ وضاحت بھی باقی ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کے بعد گدھے کا ذکر خصوصیت سے کیوں کیا گیا۔ معاملہ در اصل یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں مال مویشی کا ذکر ایک رنگ میں شامل ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر تر و تازہ کھانے پینے کی چیزیں میسر نہیں آسکتیں۔ گدھے کا ذکر خصوصیت سے اس لئے کیا گیا کہ یہود کی آبادکاری کا تعلق تھا ویسے یہود کی دیہی زندگی میں گدھا ایک لازمی جزو تھا۔ ہر گھر میں گدھے کی موجودگی ضروری تھی بخت نصر کے حملہ میں نہ گھر رہے اور نہ کوئی حیوان۔ بابل سے ۶۰ ۲۳ ء یہود جب زربابل یہودی پیشوا کی سرکردگی میں واپس آئے۔ تو ان ستم رسیدہ اور تباہ حال لوگوں کے پاس۔ گھوڑے اونٹ خچر بالکل معمولی تعداد میں تھے۔ صحیفہ عزرا اور نحمیاہ میں لکھا ہے کہ گدھے چھ ہزار سات سو بیس تھے۔ گویا ہر کنبہ کے پاس ایک گدھا موجود تھا۔ ان لوگوں نے گدھے سے نہ صرف باربرداری اور سواری کا کام لیا۔ بلکہ ملکی رواج اشتہاب ... کلبہ رانی کے لئے بھی گدھوں کو کام میں لائے۔ یہ لوگ بابل سے یہودا میں منتقل تو ہو گئے۔ لیکن عرصہ دراز تک ان کی معاشی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ رہی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ہر گھر میں گدھے کی موجودگی ایک نعمت تھی۔ جو کہ ان کو حاصل تھی۔

ویسے فلسطین میں گدھے کی سواری خصوصاً سفید گدھے کی سواری بڑی عزت منزلت سمجھی جاتی تھی۔ شہزادگان کے لئے گدھوں کی کثرت باعث فخر تھی۔ (قاضیوں ۱۰/۵، ۴/۱۰، ۱۲/۱۴)

زکریاہ نبی کی پیشگوئی میں یروشلم میں داخل ہونے والے بادشاہ کے لیے جو کہ صادق اور نجات دہندہ ہے۔ گدھے کی سواری کا ذکر ہے۔ زکریاہ ۹/۹ تورات میں بھی پیشگوئی ہے۔ کہ ایک موعود سیلا نام آئے گا۔ قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔ وہ اپنا گدھا انگور کے درخت سے باندھیگا۔ پیدائش ۱۱/۴۹ ان حوالہ جات سے فلسطینی زندگی میں گدھے کی خصوصیت اور اہمیت بالکل واضح ہے۔ حضرت یرمیاہ نبی نے جب وفات پائی۔ تو فلسطین میں نہ کوئی انسان تھا۔ نہ حیوان نہ کھانے پینے کا سامان۔ ایک سو سال کے بعد جب اللہ تعالےٰ نے عالم دنیا کا نظارہ کروایا۔ تو دیکھا کہ تباہ حال و برباد قوم آباد ہے۔ تر و تازہ کھانا اور پینا میسر ہے۔ پہلے کی طرح ہر گھر کے باہر گدھا موجود ہے۔ یہ سب چیزیں بحالی کی نشانی تھیں۔ گدھا چونکہ بحال ہونے والی قوم کا ایک اہم نشان تھا۔ اس لئے اس کا بھی ذکر خصوصیت سے کیا گیا۔ یہود کی آبادکاری میں گدھے سے بڑا اہم کام لیا گیا۔ بیالیس ہزار یہود سات ہزار گدھوں کے ذریعہ واپس آئے۔ یہاں آکر سواری۔ باربرداری اور کلبہ رانی کا کام بھی گدھوں ہی سے لیا گیا۔ اس لئے فرمایا۔ کہ اپنی قوم کے گدھے کی طرف دیکھو۔ کہ اس نے قوم کو بحال کرنے میں کتنا اہم حصہ لیا ہے۔

عالم برزخ میں مکالمہ

حضرت یرمیاہ نبی کو اللہ تعالےٰ نے عالم برزخ میں زندہ کیا۔ اور عالم دنیا کا نظارہ کروایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حصہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"تمام انبیاء اور صدیق مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک نورانی جسم بھی عطا کیا جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی بیداری میں راستبازوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں یہ عاجز خود صاحب تجربہ ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۵۰)

پھر اپنی آیات کی تفسیر میں فرمایا:۔ "یاد رہے کہ یہ احیائے بعد الاماتت ہے۔ اور احیاء کی کئی قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی آدمی مرنے کے بعد ایسے طور پر زندہ ہو جائے کہ قبر پھٹ جائے ور وہ دنیا ...... دنیا میں آ جائے۔ یہ زندگی تو سنت اللہ کے خلاف ہے۔ (ملخص) دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ایک نئی زندگی بخشے۔ جیسے اہل اللہ کو ایک دوسری زندگی دی جاتی ہے۔.... بعض آدمی حجۃ اللہ آیات اللہ کہلاتے ہیں۔ بعض وجود ہی نشان ہوتے ہیں۔ بعض کے مرنے کے بعد نشان قائم ہوتے ہیں۔" (الحکم ۱۶ جولائی ۱۹۰۱ء)

دوسری قسم کی زندگی بعد موت کی مثال حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مندرجہ ذیل روایت میں بیان ہوئی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں۔

مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا کہ اے جابر کیا وجہ ہے کہ میں تجھکو غم میں نڈھال دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ میرا باپ شہید ہو گیا۔ اور کنبہ اور قرض چھوڑ گیا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھے ایک خوشخبری نہ سناؤں۔ کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ سے سلوک کیا۔ میں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ ضرور سنائیے۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے کبھی کسی سے بغیر حجاب کے گفتگو نہیں کی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے تیرے باپ کو زندہ کر کے آمنے سامنے کلام کیا۔ اور فرمایا کہ اے میرے بندے تو کوئی خواہش میرے آگے بیان کر میں پوری کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے دنیا کی زندگی عطا کر تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں جا کر شہید ہوں۔ رب تبارک و تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں پہلے حکم دے چکا ہوں۔ کہ مرے ہوئے واپس نہیں کئے جاتے (ترمذی)

یہ حدیث احیائے بعد الموت کے مسئلہ میں فیصلہ کن ہے۔ یہ تو فیصلہ شدہ بات ہے کہ مردے عالم دنیا میں لوٹائے نہیں جاتے۔ لیکن یہ بات ضرور ہے۔ کہ انبیاءؑ صلحاء اور شہداء کو وفات کے بعد ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے۔ جو کہ عالم مثال یا عالم برزخ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں چالیس دن کے بعد زندہ ہو جاؤں گا۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ وفات یافتہ لوگوں کو عالم دنیا کے نظارے بھی کروائے جاتے ہیں۔

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام فرماتے ہیں۔

۱۔ تمہارا باپ ابراہیم میرا دن دیکھنے کا مشتاق تھا۔ سو اس نے دیکھا اور خوش ہوا۔ یوحنا ۸/۵۶

۲۔ حضرت مسیح اور ان کے بعض حواریوں پر بیداری میں حضرت موسیٰ اور الیاس نبی ظاہر ہوئے ان سے باتیں ہوئیں۔ متی ۱۷/ ا تا ۸

۳۔ قرآن مجید میں سورہ مائدہ کے آخر میں حضرت مسیح ناصری سے سوال و جواب بھی بعض مفسرین کے نزدیک عالم برزخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ (واذ قال اللہ یٰعیسیٰ ...... الیٰ آخر) حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی خیال ہے۔ (اسلامی نظریہ ص۹۹)

(۴) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے عین بیداری میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے ملاقات کی۔ حضرت مسیح ناصری سے ملاقات میں ان کے اصل مقام اور دعاوی کے متعلق باتیں ہوئیں۔ (تذکرہ)

حضرت یرمیاہ نبی یروشلم کی بربادی پر آنسو بہاتے ہوئے اس کے کھنڈروں میں وفات پا گئے آپ ان کشتگان محبت الٰہی میں سے تھے۔ جن کی ساری زندگی دکھوں اور مصیبتوں میں گذرتی ہے۔ یروشلم کے لئے آپ کے دل میں بے پناہ درد تھا۔ آپ کے مرثیے اس درد کے آئینہ دار ہیں۔ جب یروشلم پورے طور پر آباد ہو گیا۔ تو عالم مثال میں آپ کو موت کی نیند سے بیدار کیا گیا۔ آپ تو یہی سمجھتے ہیں۔ کہ میں ایک آدھ دن کے بعد زندہ ہو گیا۔ لیکن جب عالم دنیا میں دیکھا۔ تو یروشلم کا کچھ اور ہی عالم تھا۔ ویران بستی آباد ہو چکی تھی۔ اور تباہ حال قوم زندگی کی حقیقتوں سے قریب ہو رہی تھی۔ آثار ہلاکت مفقود ہیں۔ اور آثار حیات موجود آپ پر جب اصل حقیقت کھل گئی۔ تو فرمایا۔ کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اصل واقعہ کی حقیقت بس اتنی ہے۔ جسے غلط روایات اور افسانوں کی بھول بھلیوں میں کچھ سے کچھ کر دیا گیا۔

یرمیاہ یا حزقی ایل

یروشلم پر سے گذرنے والے نبی یرمیاہ تھے۔ یا حزقی ایل۔ جہاں تک صحف سماوی کا تعلق ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نبی یرمیاہ تھے۔ حضرت حزقی ایل نبی کا بابل سے یروشلم آنا ثابت نہیں۔ لیکن یرمیاہ شروع سے لے کر آخر تک یروشلم میں موجود رہے۔ یروشلم کے

کھنڈروں پر ان کے مرثیے بھی موجود ہیں۔ اس صحیفہ کا عنوان نسخہ سبعینہ اور لاطینی ولگیٹ میں باہیں الفاظ درج ہے۔

"اور ایسا ہوا کہ جب اسرائیل اسیری میں گیا۔ اور یروشلم برباد کر دیا گیا۔ تو یرمیاہ نبی نے یروشلم پر روتے اور نوحہ کرتے ہوئے بڑے غمگین دل سے آہ مار کے کہا۔" (ملاحظہ ہو کیتھولک بائیبل نوحہ یرمیاہ)

"قرون اولیٰ کے علماء راسخین میں سے بعض اسی طرف گئے ہیں۔ کہ یہ برگزیدہ نبی یرمیاہ تھے۔ وہب بن منبہ اور عبداللہ بن عبید اور ایک روایت میں اسرائیلیات کے عالم حضرت عبداللہ بن سلام کا یہ قول ہے۔ کہ یہ شخص حضرت یرمیاہ کے ہمعصر تھے۔ ابن جریر طبری نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (تفسیر و تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ)

حضرت حزقی ایل نبی حضرت یرمیاہ کے ہمعصر تھے۔ اور بابل میں اسیروں کے ساتھ جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان دونوں نبیوں کا پیغام ایک ہے۔ حضرت یرمیاہ کی موجودگی یروشلم میں ضروری تھی۔ کیونکہ یہاں بہت سے غرباء موجود تھے۔ جو جلاوطنی میں بھیجے نہیں گئے۔ ان کی رہنمائی اور ان کے لئے مراعات کا حصول آپ کے ذمہ تھا۔ آپ کے لئے بخت نصر نے ہدایت کر رکھی تھی۔ کہ آپ بلا روک ٹوک ہر جگہ جا سکتے ہیں۔ اور جو سہولت آپ طلب کریں دی جائے۔ آپ نے یروشلم کے قرب وجوار میں رہنا شروع کیا۔ بابل میں یرمیاہ نبی کے نمائندہ حضرت حزقی ایل تھے۔ حضرت حزقی ایل کی نبوت ۵۹۲ قبل مسیح سے لے کر ۵۷۲ قبل مسیح تک ممتد ہے۔ آپ کا یروشلم آنا ثابت نہیں۔ ورنہ قرآنی بیان جس طرح یرمیاہ پر چسپاں ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت حزقی ایل نبی پر صادق آتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں نبیوں کے پیغام تعلیم کی روح ایک ہے۔ حضرت یرمیاہ ایک لمبا عرصہ یروشلم کے علاقہ میں رہے۔ آپ کو اور آپ کی قوم کو حکم بھی یہی تھا۔ کہ یروشلم کا علاقہ نہیں چھوڑنا درمیان میں کچھ عرصہ کے لئے مجبوراً آپ کو مصر جانا پڑا۔ اس خیال سے کہ شاید میری قوم جو کہ مصر میں جا رہی ہے۔ میرے سمجھانے پر واپس آ سکے۔ اس سرکش قوم نے آپ کی آواز پر کان نہ دھرا۔ اس لئے آپ وہاں سے واپس آئے۔ اور یروشلم کے قریب ایک گاؤں میں رہنا شروع کر دیا۔ یہاں سے آپ یروشلم کے کھنڈروں پر سے گذرتے تو دعاؤں کے لئے ٹھہر جاتے۔ آپ کی دعائیں دلگداز مرثیوں کی صورت میں آج بھی محفوظ ہیں۔ نوحہ یرمیاہ بائیبل کا ایک صحیفہ ہے۔ جس میں آپ کے درد میں ڈوبے ہوئے نالے اور دعائیں ہمیں ملتی ہیں۔ ان کھنڈروں پر آپ کی آخری دعا نوحہ یرمیاہ کے آخر میں درج ہے۔ یہ دعا قرآن مجید میں باہیں الفاظ موجود ہے۔

قال انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا۔

اے میرے اللہ اس برباد شدہ بستی اور اس تباہ حال امت کو کب اور کیسے زندہ کرے گا۔

مختصر یہ کہ تاریخی قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نبی حضرت یرمیاہ تھے۔

غلامی — اور — اسلام

(از مکرم محمد طفیل صاحب نیر متعلم جامعۃ المبشرین ربوہ)

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو جو ایک نو عمر غلام زادہ تھے۔ مسلمانوں کے اس لشکر کا جرنیل بنا دیا۔ جس میں ممتاز اور تجربہ کار صحابہ موجود تھے۔ اسی موقع پر ...... حضرت ابوبکرؓ جیسی شخصیت انہیں رخصت کرنے نکلی تھی۔ اس وقت حضرت اسامہ غلام زادہ سوار تھے۔ اور حضرت ابوبکر خلیفۃ المسلمین پیدل چل رہے تھے۔ اگرچہ حضرت اسامہ نے بار بار کہا۔ خلیفہ رسول اللہ! آپ کو بھی سوار ہونا پڑیگا ورنہ میں بھی اتر پڑوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ نہ تم اترو گے نہ میں سوار ہوں گا۔

(طبری جلد ۳ صفحہ ۲۱۲)

آنحضرت صلعم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ سے کر دیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ مساوات کا اعلیٰ نمونہ یہ تھا کہ پھر آپ نے خود حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔ درآں حالیکہ وہ آپ کے ایک غلام کی بیوی رہ چکی تھیں تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ہے۔ اسلام نے غلاموں کی سطح زندگی بلند کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اسلام نے غلاموں کو آزادی کے راستہ پر لا کھڑا کیا۔ اور آقا و غلام میں کھانے پینے۔ تعلیم و تہذیب اور بہت سے تمدنی حقوق میں مساوات قائم کر دی۔ آنحضرتؐ نے غلاموں کے ساتھ حسن معاشرت پر مسلمانوں کو برانگیختہ کیا۔ اور بدسلوکی سے بہت سختی سے روکا۔ اگر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کوئی مسلمان اپنے کسی غلام سے بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔ تو آپ اسے آزاد کرنے پر مجبور کر دیتے۔ مسلم کتاب الایمان میں حدیث آئی ہے۔

کہ ابو مسعود بدری روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے کسی بات پر اپنے غلام کو مارا اس وقت میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی۔ کہ کوئی شخص کہہ رہا تھا۔ دیکھو ابو مسعود یہ کیا کرتے ہو۔ مگر غصہ کی وجہ سے میں نے اس آواز کو نہ پہچانا۔ اور غلام کو مارتا ہی گیا۔ اتنے میں وہ آواز میرے قریب آ گئی۔ اور میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلعم یہی آواز دیتے ہوئے میری طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں کہ دیکھو ابو مسعود کیا کرتے ہو۔ آپ کو دیکھ کر میری چھڑی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ اور آپ نے غصہ کی نظر سے میری طرف دیکھتے ہوئے فرمایا۔ "اعلم ابا مسعود ان اللہ اقدر علیک منک علی ھذا الغلام۔ کہ ابو مسعود تمہارے سر پر ایک خدا ہے۔ جو تمہارے متعلق اس سے بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ جو تم اس غلام پر رکھتے ہو۔" میں نے عرض کیا۔ یا مولیٰ میں خدا کی خاطر اس غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو جہنم کی آگ تمہارے منہ کو جھلستی"۔

ایک بار آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ وہ سوار ہے اور اس کا غلام اس کے پیچھے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کے بندے اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا لے۔ یہ تیرا بھائی ہے۔ تیری طرح اس میں بھی جان ہے۔ ایک بار معرور بن سوید نے حضرت ابوذر غفاری کو اور ان کے غلام کو ایک طرح کا لباس پہنے دیکھا۔ تو حیرت سے دریافت کیا۔ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے"۔

ان اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم۔

(بخاری کتاب العتق)

غلاموں پر لطف وکرم آنحضرت صلعم کی ذات تک محدود نہ تھا۔ بلکہ صحابہ بھی آنحضرتؐ کے صحیح نمونہ تھے۔ حضرت علی فرمایا کرتے۔ مجھے ایسے شخص کو غلام خیال کرتے ہوئے شرم آتی ہے جو کہتا ہو۔ میرا پروردگار اللہ ہے۔ ایک دفعہ آپ اپنے غلام کو کچھ دام دئے اور فرمایا کہ دو مختلف قیمت کے کپڑے خرید لاؤ۔ جب وہ خرید لایا۔ تو آپ نے قیمتی کپڑا اسے دے دیا۔ اور معمولی اپنے لئے رکھ لیا۔ اور فرمایا۔ تم جوان ہو۔ تمہیں زیب و زینت کی خواہش ہونی چاہیئے۔ میرا کیا میں عمر رسیدہ ہوں۔ (عینی جلد ۱۳ صفحہ ۲۷)

اسلام نے غلاموں کے دل سے احساس کمتری دور کرنے کی ہر امکانی کوشش کی۔ خدا نے غلاموں کی ڈھارس بندھائی۔ اور مغفرت اور حسن جزا کا ان سے وعدہ فرمایا"

اے پیغمبر لڑائی کے قیدیوں میں سے جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔ ان سے کہدو۔ کہ اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں کچھ نیکی پائی۔ تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے کہیں بہتر تمہیں عطا فرمائیگا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے"۔

(سورۃ انفال آیت ۷۰)

خاکسار بزرگ نے غلاموں کے ساتھ مسلمانوں کے برتاؤ کا خاکہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے

"اسلام نے غلاموں کے لئے اس قسم کے قوانین بنا دئے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ محمد (صلعم) اور ان کے پیروکاروں کو انسانی احترام کا کتنا احساس اور شعور تھا۔ ان قوانین میں ان قوانین کے مقابلہ میں صدہا خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جو تہذیب وتمدن کے علمبردار قوموں نے اپنی ماتحت قوموں کے لئے بنائے ہیں۔ اسلام نے غلام کے نظام کو اگرچہ باطل نہیں کیا لیکن اس میں غیر معمولی اصلاحات کیں۔ اور غلاموں کی حیثیت محض قیدیوں کی رہ گئی۔ جن سے رفق ونرمی کے برتاؤ کا حکم دیا گیا۔

(الاسلام روح المدنیۃ صفحہ ۲۴۱)

ابن عمر جن کے ہاتھ میں جنگ بدر کے موقع پر مشرکین کا جھنڈا تھا کا بیان ہے کہ میں انصار کے ایک قافلہ میں اسیری کی حالت میں روانہ ہوا۔ اس قافلہ کے لوگ کھانے کیلئے مجھے تو روٹیاں دیتے اور خود کھجوروں پر گزارہ کرتے۔

جب ہم مسلمانوں کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس میں غلاموں کو آزاد مردوں کے مقام پر پاتے ہیں۔ مثلاً عباسی فرماں رواؤں نے غلاموں کو کبھی نفرت وحقارت کی نظر سے نہیں دیکھا۔ اگر عباسی فرمانروا باندیوں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ مثلاً مامون رشید کی ماں ایک ایرانی لونڈی تھی معتصم کی ماں ایک ترکی باندی تھی۔ متوکل کی ماں "شجاع" رومی یا خوارزمی لونڈی تھی۔ مقتدر کی ماں "سیدہ" اور مستکفی کی ماں دونوں رومی لونڈیاں تھیں مطیع کی ماں ایک صقلبی لونڈی تھی۔ جو سیٹی بجاتے اور خوش آواز پرندوں کی بولیاں بولنے میں غیر معمولی کمال رکھتی تھی۔

(کتاب التنبیہ والاشراف صفحہ ۳۹۸)

یہ طرز عمل صرف عباسی فرماں رواؤں کے ساتھ مخصوص نہیں تھا۔ فاطمیوں نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔ مستنصر کی ماں ایک سوڈانی باندی تھی۔ جسے ایک یہودی ابو سعید تستری نے

(باقی صفحہ ۸ پر)

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء کی مختصر روئیداد

شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری کی محققانہ تقریر

مورخہ ۲۸ دسمبر کو پہلے اجلاس میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کی تقریر کے بعد مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی نے "عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر اعتراضات اور ان کے جواب" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ (جو الفضل میں شائع ہو چکی ہے) انکی تقریر کے بعد مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری پرنسپل جامعہ احمدیہ نے شانِ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر اپنی محققانہ تقریر شروع فرمائی۔ آپ کی تقریر کا خلاصہ افادہ احباب کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

آپ نے فرمایا۔ جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۲ء میں بھی میں نے اس موضوع پر ایک خاص ترتیب سے تقریر کی تھی جس سے اس مضمون کو آسانی سے لوگوں کے ذہنوں میں داخل کیا جا سکتا ہے۔ میری یہ تقریر خدا تعالیٰ کے فضل سے امسال بعض احباب کی تحریک پر "شان خاتم النبیین" کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔

آج میں اس مضمون کو ایک جدید ترتیب سے احباب کے سامنے رکھتا ہوں کہ اس ترتیب سے بھی یہ مضمون مفید ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیت ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مرتبے اور مقام بیان فرمائے ہیں۔ اول رسول اللہ اور دوم خاتم النبیین۔ رسالت کو لوگ بالعموم جانتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی عام شان یوں بیان فرمائی۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلو علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت کے چار کام بیان فرمائے ہیں۔ اول تلاوت آیات۔ دوم تزکیہ نفوس۔ سوم تعلیم کتاب یعنی تعلیم شریعت اور چہارم تعلیم حکمت یعنی فلسفہ شریعت کا بیان کرنا اور سمجھانا۔ جب اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے اس منصب کی بھی تفسیر اور تشریح خود فرما دی ہے۔ جس میں آپ کے ساتھ دوسرے انبیاءؑ اور رسول شریک ہیں۔ اور جس منصب کو بالعموم ایک حد تک سمجھا جا رہا تھا تو خاتم النبیین کا مرتبہ اور مقام جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءؑ سے منفرد ہیں۔ اور جس مرتبہ اور منصب کا دنیا کو پہلے علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا جانا زیادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کے اس منصب کی تشریح کو لوگوں پر نہیں چھوڑا۔ بلکہ القرآن یفسر بعضه بعضاً کے مطابق سرورِ کائنات فخرِ موجودات سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس یگانہ اور امتیازی مقام اور ارفع اور اعلیٰ اور اتم منصب کی خود ہی حقیقت بیان فرما دی ہے۔

یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں خاتم النبیین کا ہی ایک لقب ایسا لقب ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان تمام امتیازی صفات کا قائم مقام ہے۔ جو صفات آپؐ کی قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ صرف یہی ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امتیازی اور ارفع اور اتم شان کا مظہر ہے۔

عقلی طور پر یہ حقیقت مسلّم ہے۔ کہ خدا تعالےٰ سے قرب پانے میں ایک روحانی انسان جس مقام پر ہو گا۔ اتنا ہی وہ خدا تعالےٰ سے فیض لیگا۔ اور جو روحانی انسان قرب الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا ہوا ہو گا اور دوسرے تمام لوگوں سے قرب الٰہی میں امتیازی شان رکھتا ہو گا۔ اتنی ہی اس کی شان استفاضہ یعنی فیض لینے کی شان بلند ہو گی۔ اور پھر جتنی اس کی شانِ استفاضہ بلند ہو گی۔ اتنی ہی اس کی شانِ افاضہ یعنی فیض رسانی کی شان بھی بلند ہو گی۔ شانِ استفاضہ اور شانِ افاضہ میں باہم لازم و ملزوم کا تعلق ہے اور یہ ایسا تعلق ہے کہ اگر ایک چیز پائی جائے۔ تو دوسری کا پایا جانا ضروری ہے۔ کبھی ملزوم کو لازم کے ذریعہ ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کبھی لازم کو ملزوم کے ذریعہ۔ پس استفاضہ کی بلندی افاضہ کی بلندی پر دال ہو گی۔ اور افاضہ کی رفعت اور کمال استفاضہ کے کمال پر دلیل ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ افاضہ و استفاضہ ازروئے قرآن کریم

اب ہم قرآن کریم سے دیکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان استفاضہ اور افاضہ کا مقام کتنا بلند ہے۔ تا خاتم النبیین کی شان کا ہمیں حقیقی تصور ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آپؐ کی شان اور مرتبہ کے کمال کو بیان کرنے کے لئے فرماتا ہے۔ دنیٰ فتدلّٰی۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (سورۃ النجم) کہ آپؐ خدا سے قریب ہوئے۔ یعنی اس سے فیض لیا۔ اور پھر مخلوق کی طرف جھکے۔ یعنی مخلوق کو فیض پہنچایا۔ خدا سے قرب کا مرتبہ آپؐ کا یہ تھا۔ جس طرح دو کمانوں کا وتر اکٹھا ہو کر ایک دکھائی دے۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے آپؐ کا قرب اس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بارگاہ میں مقرب ہونے کی تمثیل قاب قوسین یعنی دو کمانوں کے وتر سے دی ہے۔ اس طرح کہ ایک طرف قوسِ الوہیت ہے۔ اور دوسری طرف قوسِ محمدیت۔ اور ان دونوں کا وتر بالکل ایک دوسرے کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ بتاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کا مقام دراصل اس تمثیل سے بھی بالا ہے۔ عربی زبان میں تمثیل کے ذریعہ انتہائی قرب سمجھانے کی مثال قاب قوسین سے بہتر نہیں مل سکتی۔ لیکن یہ تمثیل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب الٰہی کے مرتبہ کا پورا تصور نہیں دلا سکتی۔ اس لئے اس سے بالاتر تصور دلانے کے لئے او ادنیٰ کے الفاظ استعمال کئے گئے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس شان کا کوئی انسان بلحاظ حقیقت کے نہ اب تک کوئی گذرا ہے۔ اور نہ آئندہ کوئی ہو گا۔ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قرب الٰہی کے اس انتہائی نقطہ پر قرار دیتی ہے۔ جو اس دنیا میں کسی انسان کو حاصل ہو سکتا تھا۔ پس جب آپ قرب الٰہی کے پانے میں اس ارفع اور امتیازی مقام پر کھڑے ہیں۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ آپؐ کی شانِ استفاضہ بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ کے مقابلہ میں اتم اور اکمل ہے۔ جب آپؐ کی شانِ استفاضہ میں یہ کمال ہے۔ تو اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ آپؐ اپنی شانِ افاضہ (فیض رسانی) میں بھی تمام انبیاءؑ اور مرسلینؑ سے بڑھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اگر پہلے انبیاءؑ کی پیروی اور افاضہ سے ان کے امتیوں کو قرب الٰہی میں ولایت کے مدارجِ مختلفہ صدیقیت۔ شہیدیت اور صالحیت حاصل ہو سکتے تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اضافہ کے لحاظ سے آپؐ کے امتیوں کو ولایت کے ان مقامات سے بڑھ کر نبوت کا مقام بھی حاصل ہونا چاہیئے کیونکہ صدیقیت سے بالا مقام صرف نبوت کا مقام ہے۔ اگر یہ مرتبہ اور مقام ہر پہلو سے منقطع قرار دیا جائے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دوسرے انبیاءؑ کے مقابلہ میں شانِ اضافہ کے لحاظ سے حقیقی برتری نہیں رہتی۔ چونکہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اپنے مقرب ہونے کے لحاظ سے سب سے بلند مقام پر قرار دیا ہے۔ اس لئے اس نے آپؐ کی شانِ اضافہ کو بھی قرآن کریم میں امتیازی حیثیت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ چنانچہ سورۃ نساء کے رکوع ۹ میں فرماتا ہے۔ من یطع اللّٰہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا۔ کہ جو شخص اللہ تعالےٰ اور الرسول یعنی خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا۔ وہ شرف و رتبہ پانے میں ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ نبیوں، صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحین میں سے۔ اور یہ لوگ رفاقت کے لحاظ سے اچھے ہیں۔ اس آیت میں "الرسول" سے مراد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ الشیء اذا ثبت ثبت بلوازمه۔ کہ جب ایک شے ثابت ہو۔ یا پائی جائے۔ تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ پس اس جگہ الرسول سے مراد خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کو خاتم النبیین کی شان لازم ہے۔ اور جب اس رسالت کا کمال بیان کرنا مقصود ہو گا۔ تو وہ دراصل شانِ خاتم النبیین کا کمال ہو گا۔ لہٰذا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ ختم نبوت کی فیض رسانی کا یہ کمال بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ کی پیروی کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ آپؐ کا امتی انبیاءؑ کے گروہ کا ایک فرد بن جاتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ تمام انبیاءؑ کے کمالات کا جامع ہو سکے۔

مفردات راغب اصفہانی میں جو لغتِ قرآن کی ایک مستند کتاب ہے۔ مع کے معنی چار بیان کئے گئے ہیں۔ اوّل معیتِ مکانی کہ دو شخص ایک جگہ میں اکٹھے ہوں۔ مثلاً ایک گھر میں ہوں۔ دوم معیت زمانی جیسے دونوں اکٹھے پیدا ہوں۔ سوم معیتِ متضائفین کی۔ یعنی ایسی دو حقیقتوں کو سمجھنے میں معیت جن میں ایک کا سمجھنا دوسری کے سمجھنے پر موقوف ہو۔ جیسے باپ اور بیٹا کی حقیقت کو ایک دوسرے کے ساتھ یعنی ایک دوسرے کے ذریعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ معیت چہارم کے متعلق وہ فرماتے ہیں۔ واما فی الشرف والرتبه کہ چوتھی قسم کی معیت وہ ہے جو شرف اور مرتبہ کے لحاظ سے ایک کو دوسرے کا رفیق بنا دے۔ اس آیت میں مع کے صرف چوتھے معنے ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے تین معنے مراد نہیں ہو سکتے۔ مع کا لفظ قرآن کریم نے من کی بجائے اختیار کرنے میں معجزانہ بلاغت کا ثبوت دیا ہے۔ اگر اس جگہ مع کی بجائے صرف من کا لفظ ہوتا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا بلحاظ افاضہ کے صرف اتنا تصور ہوتا۔ کہ آپؐ کی پیروی سے ایک شخص زمرۂ انبیاءؑ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور زمرۂ صدیقین اور زمرۂ شہداء اور

زمرۂ صالحین میں داخل ہو جاتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیین کا تصور بلحاظ افاضہ اس مقام سے بھی بالا تھا اس لئے مَعَ کا لفظ اختیار کیا گیا۔ جو آپ کی اس شان کا تصور دلاتا ہے۔ کہ آپ کی پیروی سے آپ کا اُمتی صرف انبیاءؑ، صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے گروہ کا ایک فرد ہی نہیں بنتا بلکہ اس سے بڑھ کر انبیاءؑ۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے تمام کمالات کا جامع بھی ہو سکتا ہے۔ اگر مِنْ کا لفظ ہوتا تو جامعیت کا یہ مفہوم آیت سے اخذ نہ ہو سکتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کا تصور اُس سے کم درجہ کا ہوتا جو خدا تعالیٰ مَعَ کے ذریعہ دلانا چاہتا ہے۔ مَعَ کے لفظ سے جو تصور اللہ تعالےٰ دلانا چاہتا ہے مِنْ کے مفہوم کا تصور خود اس کے اندر آجاتا ہے کیونکہ جو جامعیت کمال کا مفہوم رکھنے وہ زمرہ میں بدرجہ اولیٰ داخل ہوگا۔ پس یہ شان خاتم النبیینؐ کے افاضہ کا کمال ہے کہ وہ آپ کے اُمتی کو جامعیت کمال کے اس مقام پر کھڑا کر سکتا ہے۔ کہ وہ یہ اعلان کرے ؎

آدمم نیز احمد مختار۔ در برم جامۂ ہمہ ابرار
لیکن جامعیت کا یہ شرف اس کو چونکہ ظلی
اور طفیلی طور پر ملے گا اس لئے ساتھ ہی وہ یہ اقرار
کرنے پر مجبور ہوگا ؎
لیک آئینہ ام ز ربِّ غنی۔ از پے صورت مہ مدنیؐ

اس طرح اُمتی کا وجود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے اور اُمتی کے تمام کمالات خواہ وہ جامعیت کی حد تک پہنچ جائیں۔ ہمیشہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ظل اور عکس ہوتے ہیں۔

اگر ہم کسی اور سادہ مثال کے ذریعہ خاتم النبیینؐ کی شان کا تصور دلانا چاہیں تو کسی حد تک اس بات سے بھی اس مرتبہ کا تصور ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیثیت روحانیت کے لحاظ سے شہنشاہ کی ہے۔ اور باقی تمام انبیاءؑ کی حیثیت روحانی بادشاہ کی۔ لہٰذا یہ عقیدہ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور اطاعت میں مقام نبوت بھی مل سکتا ہے اور کمالات انبیاء بھی حاصل ہو سکتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو تمام انبیاء کے مقابلہ میں ممتاز قرار دیتا ہے اور جماعت احمدیہ کے اس عقیدہ سے ظاہر ہے۔ کہ اس جماعت کے نزدیک سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان اتنی بلند ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جب تک قائم رہیگی اس شان میں حقیقتاً کے لحاظ سے کوئی آپ کا شریک نہیں۔ صرف ظلی طور پر کمالات و انوار نبوت کا وارث ہو سکتا ہے۔

"خاتم النبیین" اور لُغت عربی

اگر لُغتِ عربی کے لحاظ سے شان خاتم النبیینؐ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو لُغت عربی قرآن کریم کے اس مضمون کی تصدیق کرتی ہے جو خاتم النبیینؐ کی تفسیر میں قرآن کریم میں بیان کیا گیا ہے۔

امام راغبؒ اصفہانی مفردات راغب میں لفظِ "ختم" کے دو پہلو بیان فرماتے ہیں وہ کہتے ہیں لفظ خَتَمَ اور طَبَعَ دونوں خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں اور اس طرح تاثیرِ شے کا معنے رکھتے ہیں۔ جیسے کہ انگوٹھی کا نقش مؤثر ہوتا ہے۔ اور دوسرا پہلو اس کا اس نقش کا اثر حاصل ہے۔ اور مجازاً یہ لفظ ان دوسرے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور بندش کے معنوں میں بھی اور آخر کو پہنچنے کے معنوں میں بھی۔ میں یہ حوالہ تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "شان خاتم النبیینؐ" میں پیش کر چکا ہوں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ختم کے حقیقی معنے تاثیرِ شئے ہیں اور باقی لغت میں جو بیان کردہ معنی سب مجازی ہی ہیں

پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مفہوم بلحاظ تحقیق لغوی یہ ہوگا کہ آپؐ کی تاثیر اور افاضہ سے مقام نبوت حاصل ہو سکتا ہے اور آپ کا ایک اُمتی آپؐ کی شریعت کاملہ کی پیروی سے کمالات نبوت سے بہرہ ور ہو سکتا ہے خاتم النبیین کے ان معنوں کو آخرالانبیاء کے معنی لازم ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں آخری نبی ہیں کہ آپ آخری شارع اور آخری مستقل نبی ہیں۔ چنانچہ خود رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کہ نبوت میں سے صرف المبشرات باقی ہیں۔ یہ حدیث زمانۂ محمدی کے لئے آیت خاتم النبیین کی ایک لطیف تفسیر ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت مطلقہ میں سے صرف المبشرات کو باقی قرار دیا ہے اور نبوت کی دوسری اقسام نبوتِ تشریعیہ اور نبوت مستقلہ کو منقطع قرار دیا ہے اور المبشرات کو نبوت میں سے قرار دے کر بتا دیا ہے کہ یہ کوئی ادنےٰ قسم کا مقام نہیں۔ بلکہ جس شخص کو مبشرات والی وحی اور رؤیا صالحہ حاصل ہوں وہ ایک خاص حالت میں نبی کہلانے کا مستحق بھی ہو سکتا ہے چنانچہ اُمتِ محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعود کو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحیح مسلم کی ایک حدیث کے مطابق جو خروج الدجال کے باب میں مذکور ہے۔ چار دفعہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے اندر آنے والے مسیح موعود کی نبوت سے مراد آنحضرت صلعم کی صرف یہی ہے کہ وہ المبشرات کے حامل ہونگے یعنی اللہ تعالےٰ ان کو بکثرت امور غیبیہ سے مطلع کریگا۔ کیونکہ جو نبوت لَمْ یَبْقَ کے الفاظ سے منقطع ہو چکی ہے اس کا حامل اُمتِ محمدیہ میں ظاہر نہیں ہو سکتا۔ جو نبوت اس حدیث میں قیامت تک باقی قرار دی گئی ہے مسیح موعود صرف اسی کا حامل ہو سکتا ہے۔ اور یہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ خاتم النبیین کا افاضہ اور برکت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُمتِ محمدیہ میں آپؐ کے ایک روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود قرار دے کر آپ کی پیروی کی برکت سے آپ کی ختم نبوت کی شان کے افاضہ کمال کو ظاہر کرنے کے لئے مقام نبوت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ کا لقب عطا فرمایا ہے۔

بقیہ صفحہ ۶

بقیہ صفحہ ۶

ہ ظاہر کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا تھا۔ سرطامس آرنلڈ کا بیان ہے۔ کہ "اسپین کے عیسائیوں نے جن پر کیتھولک فرماں رواؤں کے زمانہ میں نکبت اور فقر کی حکومت تھی۔ مسلمانوں کی حکومت میں جو مذہبی رواداری میں مشہور تھے بہت سے تمدنی حقوق حاصل کر لئے تھے۔ اسلام کی عالمگیر مساوات۔ رواداری اور انسانی آزادی کے احترام کی وجہ سے سب سے پہلے ان غلاموں نے اس کا خیر مقدم کیا جو صدیوں سے پستی کی حالت میں تھے۔ اس کے بعد بہت سے بت پرستوں نے ان کی تقلید کی اور کثرت سے مسلمان ہو گئے"

اسلام نے غلامی کو ایک عارضی چیز قرار دیا ہے۔ اور غلاموں کے لئے اپنی آزادی کو حاصل کرنے کے لئے بہت وسیع میدان پیدا کر دیا ہے۔ فرمایا

"اگر تمہارے لونڈی یا غلام تم
سے مکاتبت کی خواہش کریں
تو تم انہیں مکاتبت کرنے دو"
(سورۃ نور آیت ۳۳)

اس حکم کی رو سے ہر غلام یا لونڈی یہ حق رکھتی ہے کہ جب وہ آزادی کے قابل ہو تو معینہ رقم بالاقساط یا یکمشت دیکر آزادی حاصل کر لیں۔

جیسا کہ میں ذکر کر چکا ہوں اسلام میں غلام یا لونڈی بنانا اثخان فی الارض کے بعد ہے۔ اور یہ حکم بھی اس لئے تھا کہ کفار مسلمانوں کو قید کر کے غلام بنا لیا کرتے تھے اور اپنی قوم کے افراد میں ان کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔

مگر اب یہ صورت نہیں رہی۔ کیونکہ موجودہ زمانہ کی جنگوں میں سپاہیوں کو گرفتار کر کے شاہی قیدی کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے۔ اور چونکہ اسلام کا متذکرہ بالا طریق جوابی تھا۔ اس لئے وہ ان خاص حالات کے ساتھ مخصوص سمجھا جاوے گا۔ جن کے جواب میں وہ اختیار کیا گیا۔ اور اسی لئے اب اس زمانہ میں یہ فتوے ہے۔ کہ چونکہ آج کل شاہی قیدیوں کا دستور قائم ہو گیا ہے۔ اور مسلمان قیدیوں کو کفار غلام نہیں بناتے۔ اس لئے شریعت اسلامی کے اصولی حکم اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ (سورہ نحل) کے ماتحت اب مسلمانوں کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ کفار کے قیدیوں کو مسلمانی افراد میں تقسیم کر کے ایک رنگ غلامی کا پیدا کریں۔ چنانچہ مقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ جن کا دعوے خدا کی طرف سے اس زمانہ کے لئے مامور و مصلح ہونے کا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے مقابل یہ جو کافر کہلاتے ہیں انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے اسلئے اب مسلمانوں کے لئے بھی روا نہیں کہ انکے قیدیوں کو لونڈی غلام بنائیں۔ کیونکہ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے جو تم جنگجو فرقہ کے مقابل پر صرف اس قدر زیادتی کرو جس میں پہلے انہوں نے سبقت کی ہو۔ پس جب کہ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ اب کافر لوگ جنگ کی حالت میں مسلمانوں کے ساتھ یہی سختی اور زیادتی نہیں کرتے کہ انکو اور انکے مردوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بنا دیں بلکہ وہ شاہی قیدی سمجھے جاتے ہیں اسلئے اب اس زمانہ میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے"